سانجھ۔ سویرا
(ایڈز کی جانکاری)
میناکشی سوامی
₹ 25.00
ISBN 812372472-1
14150069
nbt.india
एकः सूते सकलम्
نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

نوخواندگان کے لئے کتابوں کا سلسلہ

سانجھ۔ سویرا

(ایڈز کی جانکاری)

مینا کشی سوامی

مترجم

آفتاب احمد خاں

تصاویر

سوپن سرکار

نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

ISBN 978-81-237-2472-0

پہلا اُردو ایڈیشن: 1998 (ساکا 1920)

دوسری طباعت: 2014 (ساکا 1936)

Sanjh - Savera (*Urdu*)

قیمت: 25.00

ناشر: ڈائریکٹر، نیشنل بک ٹرسٹ، انڈیا

5، نہرو بھون، انسٹی ٹیوشنل ایریا، فیس-II،

وسنت کنج، نئی دہلی۔110070

www.nbtindia.gov.in

رگھو پجاری کاکا کا اکلوتا بیٹا تھا۔ جب رگھو ایک سال کا تھا۔ تب ہی اس کی ماں چل بسی۔ کاکا اکیلے بڑے لاڈ پیار سے اسے پالنے لگے۔

رگھو گاؤں بھر کا پیارا تھا۔ سب کا کھلونا تھا۔ گاؤں بھر کا پیار پاتے ہوئے رگھو بڑا ہونے لگا۔ دیکھتے ہی دیکھتے رگھو جوان ہو گیا۔ اونچا پورا۔ گٹھے بدن کا رگھو دیکھنے میں بڑا ہی خوبصورت لگتا تھا۔ اس کا من بھی ایسا ہی خوبصورت تھا۔ گاؤں بھر میں سب کے چھوٹے بڑے کام کرتا تھا۔

گاؤں کی بہت سی لڑکیاں رگھو پر مرتی تھیں۔ پر رگھو تھا کہ کسی کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا تھا۔ وہ کاکا کے ساتھ مندر میں بھگوان کی پوجا پاٹھ میں لگا رہتا۔ رگھو ہنومان جی کا بھگت تھا۔

ہاں رگھو کو شوق تھا تو ٹرک چلانے کا۔ رگھو بچپن سے ہی ٹرک ڈرائیور بننے کا خواب دیکھا کرتا تھا۔ بچپن سے ہی بار بار بھاگ کر گاؤں کی بڑی سڑک پر جاتا۔ وہاں سے گذرتے ٹرکوں کو دیکھا کرتا تھا۔ وہاں ڈھابے پر آتے جاتے ٹرک ڈرائیوروں سے رگھو کی دوستی بھی ہو گئی تھی۔ دھیرے دھیرے رگھو نے ان سے ٹرک چلانا بھی سیکھ لیا تھا۔

ایک دن رگھو کو کرتار ڈرائیور نے بتایا کہ اس کے مالک نے

نیا ٹرک لیا ہے۔ رگھو چاہے تو اسے ڈرائیور کا کام مل سکتا ہے۔

رگھو کو تو منہ مانگی مراد مل گئی۔ رگھو نے پجاری کاکا سے پوچھا۔ کاکا مان گئے۔ ساتھ ہی انہوں نے رگھو کی شادی کرنا بھی طے کر لیا۔

خوبصورت، سجیلے رگھو کو لڑکیوں کی کمی نہیں تھی۔ اب تو اسے نوکری بھی مل گئی تھی۔ پجاری کاکا شنکر لال کی بیٹی رادھا کو اپنی بہو بنانا چاہتے تھے۔ شنکر لال بھی تیار تھے۔

چٹ منگی پٹ بیاہ۔ ایک مہینہ کے اندر ہی رادھا بہو بن کر کاکا کے گھر آ گئی۔

آتے ہی رادھا نے گھر سنبھال لیا۔ اب رگھو اور پجاری کاکا کو گرم گرم کھانا ملنے لگا۔

رگھو، رادھا کو بہت چاہتا تھا، ٹرک لے کر باہر جاتا تو رادھا کے لئے ڈھیر ساری چیزیں لاتا۔ کبھی اوڑھنی، کبھی پائل، کبھی رنگ برنگی چوڑیاں، کبھی طرح طرح کی بندیاں۔

دن بیتنے لگے۔ رگھو باہر بھی جاتا تو رادھا کا چہرہ رگھو کی آنکھوں میں بسا رہتا۔ تب رگھو جھٹ پٹ کام نپٹا کر گھر لوٹ آتا۔

شادی کے پہلے اسے گھر میں اچھا نہیں لگتا تھا۔ پر شادی کے بعد رگھو کو گھر کے باہر جانے کی خواہش ہی نہیں ہوتی تھی۔ چھم چھم رادھا کی بجتی پائل، کھنکتی چوڑیاں میٹھی مسکراہٹ اور پیاری آواز رگھو کو گھر میں باندھے رکھتے۔ کام پر جانے کا رگھو کا جی ہی نہیں کرتا۔ پر رادھا

4

۔۔۔وہ تو اسے زبردستی کام پر بھیج ہی دیتی۔

ایک دن رگھو ٹرک لے کر شہر گیا۔ راستے میں اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔ ادھر سے جا رہے ٹرک ڈرائیور ہری رگھو کو اسپتال لے گیا۔

رگھو کے سر سے بہت سا خون بہہ گیا تھا۔ اسے فوراً خون دینے کی ضرورت تھی۔

ہری بھلا آدمی تھا۔ اس نے سوچا خون کا دان کرنا تو ثواب کا کام ہے۔ اس لئے وہ رگھو کو خون دینے کے لئے تیار ہو گیا۔ تقدیر کی بات ہری کا خون رگھو کے خون سے میل کھاتا تھا۔

ڈاکٹر نے ہری کا خون رگھو کو چڑھا دیا۔

رگھو کو جلد ہی ہوش آ گیا۔ رگھو کی جان بچ گئی اس لئے ہری بہت

5

خوش تھا۔ ڈاکٹر نے رگھو کو بتایا کہ ہری کو خون دینے کی وجہ سے اس کی جان بچ سکی۔ اسپتال میں بھی ہری نے رگھو کی خوب دیکھ بھال کی۔ اس نے رگھو کے گھر پر بھی خبر کردی۔

اجنبی دوست کو پاکر رگھو بہت خوش ہوا۔ جلد ہی دونوں کی دوستی ہوگئی۔

تب تک پجاری کاکا اور گاؤں کے دوسرے لوگ بھی آگئے تھے۔ رگھو کی حالت اب خطرے سے باہر تھی۔ وہ لوگ ہری کے ٹرک میں ہی رگھو کو گاؤں لے آئے۔

رادھا نے بھی رگھو کی خوب دیکھ بھال کی۔ وہ جلدی ہی تندرست ہوگیا۔

کچھ دن آرام کرکے رگھو پھر کام پر جانے لگا۔ ہری جب کبھی گاؤں کی طرف سے گذرتا، گھر پر آیا کرتا تھا۔ پجاری کاکا بھی ہری کو بہت چاہنے لگے تھے۔ اس نے رگھو کی جان بچائی تھی اس لئے رادھا بھی اس کی خوب عزت کرتی تھی۔

اس حادثہ کو کافی وقت بیت گیا۔ سب کچھ ٹھیک تھا پر رگھو پہلے کی طرح تین تین دن ٹرک پر نہیں رہ پاتا تھا۔ ایک آدھ دن میں ہی تھک جاتا۔ وہ کمزوری محسوس کرتا تھا۔ پہلے تو رگھو نے اس پر دھیان نہیں دیا۔
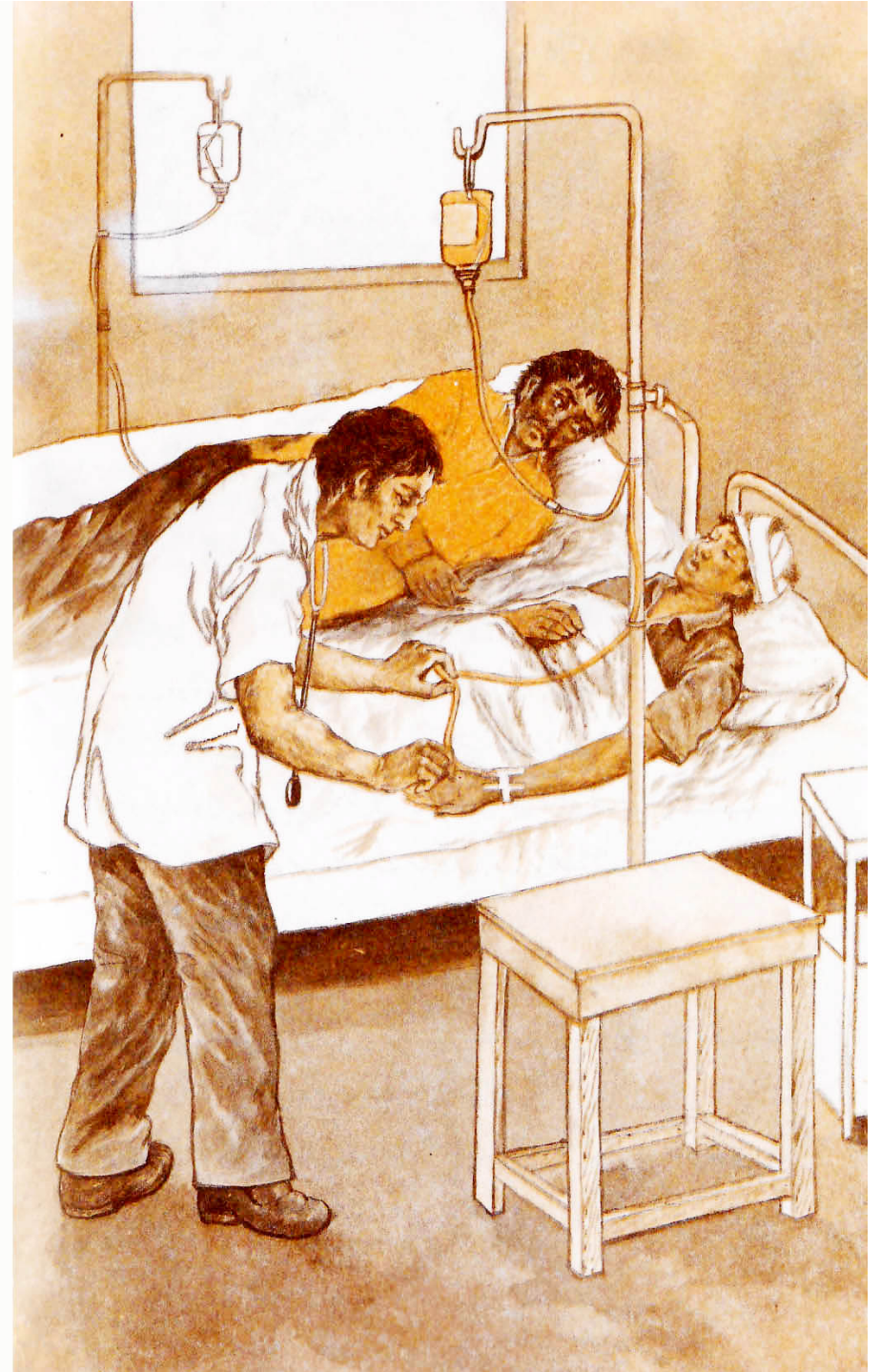
لیکن دن بہ دن اسکی کمزوری بڑھتی ہی جارہی تھی۔ کمزوری اور تھکان سے وہ چڑچڑا بھی ہو گیا تھا۔

اکثر رگھو کا بدن درد کرتا۔ اسے بار بار کھانسی اور زکام ہو جاتا۔ وہ ٹھیک سے کھانا بھی نہیں کھاپاتا۔ ایک دو ٹکڑے کھاتا اور بے دلی سے اٹھ جاتا۔ رادھا بہت ضد کرتی تو جیسے تیسے مشکل سے تھوڑا بہت کھاپاتا اکثر اسے دست بھی لگ جاتے۔ رادھا کو رگھو کی بہت فکر ہوتی۔

دن بیت رہے تھے پر رگھو کی کمزوری کم ہونے کے بجائے بڑھتی جارہی تھی۔ اسے اکثر سر درد ہوتا۔ آنکھوں کی روشنی کم ہوتی جا رہی تھی۔ اس کی کھال بھی خشک سی ہو گئی تھی۔

پھر رگھو کو بار بار بخار آنے لگا۔ ہفتہ بھر کے قریب بخار رہتا۔ دوا لینے آرام کرنے سے ٹھیک ہو جاتا۔ رگھو کام پر جانے لگتا پھر وہی کمزوری تھکان اور بخار۔

اب تو رگھو کا بخار دوا لینے سے بھی نہیں اترتا۔ اس کی گردن پر بھی سوجن آگئی۔ اس کا وزن بھی تیزی سے کم ہوتا جارہا تھا۔ اچھا خاصا بھرے پورے، گٹھیلے بدن کا رگھو کافی دبلا اور کمزور ہو گیا تھا۔ آنکھوں کے نیچے کالے گھیرے، پچکے گال، بجھا چہرہ، تھکا بدن، رگھو تو اب پہچان میں ہی نہیں آتا تھا۔

وہ باقاعدگی سے کام پر نہیں جاپاتا تھا۔ بار بار چھٹی لیتا۔ جب جاتا

تب بھی ٹھیک سے کام نہیں کرپاتا۔ جلد ہی اس کی نوکری بھی چھوٹ گئی۔

رادھا حیران پریشان تھی۔ آخر کیا بات ہے؟ پجاری کاکا بھی رگھو کی گرتی حالت سے پریشان تھے۔

گاؤں کے ڈاکٹر نے رگھو کو شہر کے بڑے اسپتال میں لے جانے کا مشورہ دیا۔ پجاری کاکا رگھو کو بڑے اسپتال میں لے گئے۔

پجاری کاکا نے رگھو کا پورا حال بتایا۔ پوری بات سن کر ڈاکٹر فکر مند ہو گئے۔ انہوں نے رگھو کے جسم کی جانچ پڑتال کی اور کہا کہ رگھو کے خون کی جانچ کرنی ہو گی۔

ڈاکٹر کی سنجیدگی سے پجاری کاکا کو فکر ہوئی وہ بولے "کوئی خاص بات تو نہیں"۔

ڈاکٹر نے کہا۔ "یہ تو خون کی جانچ کے بعد ہی معلوم پڑیگا"۔

ڈاکٹر نے رگھو کے خون کی جانچ کروائی۔ جانچ کی رپورٹ دیکھ کر ڈاکٹر چپ ہو گئے۔ جب پجاری کاکا نے بار بار پوچھا تو ڈاکٹر نے بتایا۔ "رگھو کو ایسی بیماری ہو گئی ہے جس کا کوئی علاج نہیں"۔

پجاری کاکا حیران تھے۔ یہ کون سی بیماری ہے بھلا جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

انہوں نے پوچھا۔ کیا نام ہے اس بیماری کا"؟

ڈاکٹر نے بتایا۔ "یہ بیماری بڑی خطرناک ہے۔ اس کا نام ایڈز ہے"۔
بیچاری کاکا نے سوچا یہ نام تو پہلی بار سنا۔ گاؤں میں بھی کسی کو اس
بیماری کے بارے میں معلوم نہیں تھا۔

سچ مچ ہی یہ کوئی خطرناک بیماری ہے۔ تب ہی تو ڈاکٹر نے رگھو کو اسپتال
میں بھرتی کر لیا۔

کاکا بہت دکھی ہوئے پر انہوں نے رادھا کو کچھ نہیں بتایا۔

لیکن ڈاکٹر نے کاکا سے کہا۔ "رادھا کے بھی خون کی جانچ کرنی پڑے گی"۔

پجاری کاکا کو بڑا تعجب ہوا۔ وہ بولے۔ "کیوں؟"

ڈاکٹر نے کہا۔ "کہیں یہ بیماری رگھو سے رادھا کو بھی لگ گئی ہو اس لئے"۔

پجاری کاکا بولے۔ "اچھا تب تو رگھو سے یہ بیماری مجھے بھی لگ سکتی ہے۔ آخر ہم ساتھ میں رہتے اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے ہیں۔"

ڈاکٹر صاحب مسکرائے اور بولے۔ "ارے نہیں۔ یہ بیماری ساتھ ساتھ اٹھنے بیٹھنے کھانے پینے سے نہیں لگتی۔ بیمار آدمی سے ہاتھ ملانے، اسکے کپڑے، تولیہ کام میں لینے سے بھی نہیں لگتی۔ یہ بیماری تو خون اور جسمانی تعلق کے ذریعہ سے پھیلتی ہے۔ اس لیے رادھا کو بھی ہو سکتی ہے"۔

"لیکن رادھا تو بالکل ٹھیک ہے۔" پجاری کاکا نے کہا۔

ڈاکٹر نے سمجھایا۔ "اگر وہ ٹھیک ہو تو بہت اچھی بات ہے پر ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس کے جسم میں بیماری کے جراثیم چلے گئے ہوں۔ علامات ابھی ظاہر نہ ہو رہے ہوں۔"

کاکا بولے "اچھا ٹھیک ہے" پھر اس کے خون کی جانچ بھی کروا لیتے ہیں"۔

دوسرے دن رادھا کے خون کی جانچ ہوئی۔ رادھا کے جسم میں بیماری کے جراثیم نہیں تھے۔ ڈاکٹر نے رگھو سے بات کی تو پتہ چلا

کہ وہ لوگ جلدی بچہ نہیں چاہتے تھے اسی وجہ سے کنڈوم استعمال کرتے تھے۔ رادھا اسی لئے اس بیماری سے بچ گئی تھی۔

ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ اگر رادھا کو یہ بیماری لگ جاتی تو اس کا بچہ بھی بیمار ہی ہوتا۔

لیکن رگھو کو یہ بیماری لگی کیسے؟

ڈاکٹر نے رگھو سے پوچھ تاچھ کی، جانچ کی۔ پتہ لگا کہ حادثہ کے وقت رگھو کو دیئے گئے خون میں ایڈز کے جراثیم تھے۔ اسی سے رگھو کو یہ بیماری لگی تھی۔

بےچاری رادھا رگھو کی بیماری کے بارے میں کچھ نہیں جانتی تھی وہ جی جان سے رگھو کی خدمت کرتی تھی۔

اس طرح کئی دن بیت گئے۔

ایک دن رگھو کے پاس والے پلنگ پر ایک نیا مریض آیا۔ اسے بھی رگھو والی بیماری تھی۔ وہ بھی بڑا کمزور ہو گیا تھا۔

جب روگی نے رادھا کو دیکھا تو بولا۔ "بھابی مجھے پہچانا"۔

رادھا نے مریض کو دھیان سے دیکھا اور حیرت سے بولی۔ "ارے ہری بھیا آپ! یہاں آپ کیسے؟ کتنے کمزور لگ رہے ہیں۔ پہچان میں نہیں آرہے ہیں کیا ہو گیا آپ کو؟"

ہری اداس ہو گیا، تب ہی پجاری کاکا بھی آگئے۔ ہری کو اس حال میں دکھ کر انہیں بھی بہت دکھ ہوا۔ ہری اور رگھو کو ایک ہی بیماری

تھی۔

اسپتال کی نرس نے رادھا کو بتایا کہ ہری کو یہ بیماری بری عورتوں کے ساتھ رہنے سے ہوئی ہے۔ ان عورتوں کو ایڈز کی بیماری تھی۔

رادھا تعجب میں پڑ گئی۔ اس نے سوچا رگھو کو بھی تو یہی بیماری ہے۔

رادھا نے نرس سے تو کچھ نہیں کہا لیکن دل ہی دل میں سوچنے لگی۔ "رگھو گھر سے باہر رہتا تھا۔ سیدھا بھی ہے۔ ضرور اسے کوئی بہلا پھسلا کر ایسی عورتوں کے پاس لے گیا ہوگا۔۔۔ لیکن دوسری طرف رادھا کے من میں یہ بھروسہ بھی تھا کہ رگھو ایسا نہیں کر سکتا۔ آخر وہ اسے کتنا چاہتا ہے۔۔۔ پھر وہ سوچتی، ہو بھی سکتا ہے کیسے ان منے سے ہو گئے تھے بھوک پیاس سب اڑ گئی تھی ضرور کسی ایسی ویسی عورت سے دل لگا بیٹھے ہوں گے۔

سوچتے سوچتے اسے رگھو پر غصّہ آنے لگا۔ وہ دل میں دکھی بھی ہو رہی تھی۔ آخر وہ رگھو پر کتنا بھروسہ کرتی تھی اور اسے رگھو کیسے دھوکا دیتا رہا۔

رگھو کے کمرے کے باہر برآمدے میں رادھا یہی سب سوچ رہی تھی۔ تب ہی پجاری کاکا آئے۔ رادھا کو اداس بیٹھے دیکھ کر وہ بڑے دکھی ہوئے۔ انہوں نے رادھا کے سر پر پیار سے ہاتھ پھیرا اور پوچھا۔ "کیا بات ہے بیٹی؟

رادھا کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ ایک تو رگھو کی بیماری کا
دکھ، دوسرے اپنے ساتھ ہوئے دھوکے کا دکھ۔
رادھا نے دل کی ساری بات پجاری کاکا کے سامنے کھول دی۔
نرس نے جو کہا تھا وہ بھی بتایا۔
پجاری کاکا نے رادھا کو سمجھایا۔ "رگھو کو یہ بیماری بری عورتوں کے
صحبت سے نہیں ہوئی۔ ہری کا خون چڑھانے سے ہوئی ہے۔ جب رگھو
کو ہری نے خون دیا تھا، تب ہری کے خون میں بیماری کے جراثیم تھے۔
رادھا کو کاکا کی باتوں کا یقین نہیں ہوا۔ اسے لگا کہ کاکا رگھو
کی طرف داری کر رہے ہیں۔ اسے جھوٹا دلاسا دے رہے ہیں۔
کاکا رادھا کے دل کی بات سمجھ گئے۔ وہ اسے یقین دلانے کے
لئے ڈاکٹر کے پاس لے گئے۔ ڈاکٹر نے بھی رادھا سے یہی بات کہی۔
پر پھر بھی رادھا کو پورا یقین نہیں ہو رہا تھا۔
تب ڈاکٹر صاحب رادھا کو ایک چھوٹے سے بچے کے پاس لے
گئے۔ یہ بچہ مریض تھا۔ ڈاکٹر نے بتایا کہ اس بچے کو بھی یہی بیماری ہے۔
رادھا حیران رہ گئی۔ اتنے سے بچے کو ایسی بیماری!
رادھا نے پوچھا۔ "اسے یہ بیماری کیسے لگی؟"
ڈاکٹر نے بتایا، "اسے یہ بیماری اپنی ماں سے لگی ہے۔"
"اس کی ماں کو؟" رادھا نے پوچھا۔

"اس کی ماں کو یہ بیماری گودنے گدوانے سے لگی تھی"۔
ڈاکٹر نے اشارہ کیا پاس کے پلنگ پر بچے کی ماں لیٹی تھی۔
"اچھا، یہ بیماری گودنے گدوانے سے بھی لگ جاتی ہے۔"
رادھا نے پوچھا۔
ڈاکٹر نے بتایا۔ "ہاں ناک کان چھدوانے گودنے گدوانے کے
وقت اگر سوئی کو جراثیم سے پاک نہیں کیا گیا تو یہ بیماری لگ سکتی ہے۔
یہ بیماری جسمانی تعلق سے بھی لگتی ہے اور خون کے ذریعے بھی۔ اگر
انجکشن لگاتے وقت سوئی کو جراثیم سے پاک نہیں کیا گیا تب بھی یہ
بیماری لگ سکتی ہے۔"
"تب کیا کریں؟ کیا سوئی ہی نہ لگوائیں؟" پجاری کاکا نے پوچھا۔
ڈاکٹر نے بتایا۔ "بیمار ہونے پر سوئی تو لگوانا ہی ہوگا۔ لیکن لگانے
سے پہلے سوئی کو جراثیم سے پاک کرنا ضروری ہے۔ ہو سکے تو ایک بار
کام میں لے کر پھینکنے والی سوئی کا استعمال کرنا چاہئیے۔"
تبھی نرس آئی اور بولی کہ "گاؤں کے لوگ رگھو کو دیکھنے آئے
ہیں۔"
پجاری کاکا اور رادھا اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔ اب رادھا کے دل
میں کوئی میل نہ تھا۔ اسے رگھو پر بھروسہ ہو گیا تھا۔ اب تو اسے اپنی سوچ
پر بھی بڑا پچھتاوا ہو رہا تھا۔

رگھو کے کمرے میں آکر رادھا نے دیکھا کہ مکھیا جی، شمیم بھائی جگدیش کے باپو، ہرپال چاچا بیٹھے تھے۔

ہری ان لوگوں سے کہہ رہا تھا۔ ''میری ہی وجہ سے رگھو کو یہ بیماری ہوئی۔ نہ میں اپنا خون رگھو کو دیتا نہ رگھو کو بیماری لگتی۔'' کہتے کہتے ہری کا گلا بھر آیا۔

مکھیا جی نے ہری کو سمجھایا۔ ''پر اس میں تمہاری کیا غلطی ہے۔ تم نے جان بوجھ کر ایسا تھوڑا ہی کیا تھا۔''

ہری بولا۔ ''ہاں مجھے کیا پتہ تھا نہیں تو میں رگھو کو بازار سے خرید کر خون دے دیتا۔''

تبھی ڈاکٹر کمرے میں آگئے۔ انہوں نے ہری کی بات سن لی تھی وہ بولے۔ ''بازار کے خون میں بھی جراثیم ہو سکتے ہیں۔''

شمیم چاچا نے پوچھا۔ ''پھر خون کی ضرورت ہو تو کیا کریں۔''

ڈاکٹر نے سمجھایا۔ ''جہاں تک ہو سکے، اپنے گھر والوں، اڑوسی پڑوسی، پہچان والوں کا خون لینا ٹھیک رہتا ہے۔ پر اس کی بھی جانچ کروانا ضروری ہے۔''

جگدیش کے باپو نے کہا۔ ''لیکن جس کا خون دیں گے اسے کمزوری بھی تو آجائے گی۔''

ڈاکٹر نے بتایا۔ ''نہیں بھائی صحت مند لوگوں کے جسم میں تو پہلے سے ہی کافی خون رہتا ہے۔ جتنا خون لیا جاتا ہے اتنا جلدی سے بن جاتا ہے۔ کمزوری تو ذرا بھی نہیں آتی ہے۔''

بچاری کاکا نے کہا۔ ''ڈاکٹر صاحب ہری نے تو رگھو کو یہ سوچ کر اپنا خون دیا تھا کہ خون دینا ثواب کا کام ہے، مرتے ہوئے آدمی کو نئی زندگی ملے گی''۔

ڈاکٹر نے کہا ''ہری نے تو سچ مچ ہی ثواب کا کام کیا تھا اگر ہری کے خون کی جانچ کی جاتی تو بیماری کا پتہ چل جاتا۔ تب رگھو کو بیماری لگنے سے بچایا جا سکتا تھا۔''

کاکا بولے۔ ''اور اس وقت جانچ کرتے تو شاید ہری کی بیماری بھی پکڑ میں آجاتی۔ وہ بھی ٹھیک ہو جاتا۔''

ڈاکٹر نے بتایا۔ ''نہیں کاکا یہ بیماری ٹھیک تو نہیں ہوتی۔ لیکن ہاں، جلد ہی معلوم پڑجاتا تو احتیاط رکھ کر دوسروں کو بیماری لگنے سے بچایا جا سکتا تھا۔''

یہ سن کر رادھا ہکّی بکّی رہ گئی۔ اسے تو یہ بات ابھی تک کسی نے بھی نہیں بتائی۔ اس کا منھ اتر گیا۔ وہ روہانسی ہو گئی۔

اس نے بھرے گلے سے پوچھا۔ ''تو کیا بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے؟''

ڈاکٹر نے کہا۔ ''ہاں بہن، تمہیں یہ سن کر دکھ ہوگا۔ پر میں تمہیں اندھیرے میں رکھنا نہیں چاہتا۔ اس بیماری کا کوئی علاج نہیں ہے۔ نہ کوئی ٹیکہ نہ گولی۔ اس سے بچ کر رہنا ہی ٹھیک ہے۔''

''لیکن کیسے؟'' کاکا نے پوچھا۔

ڈاکٹر نے بتایا۔ ''اس سے بچنے کے لئے طاقت دینے والی غذائیں لینی چاہئیں۔ با اصول طریقہ سے زندگی گذارنی چاہئیے۔ ورزش کرنی چاہئیے، اس سے جسم مضبوط ہوگا۔''

کاکا بولے۔ ''ہاں جسم مضبوط رہے گا تو جراثیم دور ہی رہیں گے۔''

ڈاکٹر بولے۔ ''اور ہاں خون لیتے وقت خون کی جانچ کروانا اور سوئی کو جراثیم سے پاک کروانا ٹھیک رہتا ہے۔ نشہ بھی نہیں کرنا چاہئے۔''

مکھیا جی نے پوچھا، ''کیا نشہ کی چیزوں میں بھی ایڈز کے جراثیم ہوتے ہیں؟''

ڈاکٹر نے بتایا۔ ''نہیں نشہ کی چیزوں میں ایڈز کے جراثیم نہیں ہوتے۔ لیکن نشہ کرنے سے جسم کمزور ہوتا ہے۔ کمزور جسم پر یہ جراثیم آسانی سے قبضہ کر لیتے ہیں۔ کئی نشے تو سوئی کے ذریعہ بھی لیے جاتے ہیں۔ ایسے میں سوئی کی صفائی تو ہوتی نہیں ہے۔ ایک دوسرے

کی سوئی لے کر لگانے سے بیماری کے جراثیم بھی آجاتے ہیں۔ بیماری کے جراثیم تو نائی کے استرے کے ذریعہ بھی آسکتے ہیں۔ اس لیے استرے کی صفائی پر بھی دھیان دینا ضروری ہے۔ اصل میں یہ جراثیم خون اور جسمانی تعلق کے ذریعہ لگتے ہیں۔"

مکھیا جی نے چونک کر پوچھا۔ "اچھا۔"

ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "ہاں اسی لئے اپنے جیون ساتھی کے ساتھ ہی تعلق رکھنا ٹھیک رہتا ہے۔ اجنبی، بد چلن، پیشہ ور عورتوں اور آدمیوں سے تعلق رکھنے سے تو بیماری لگنا آسان ہوتا ہے۔ اور ہاں، جیون ساتھی سے بھی قدرتی طریقہ سے تعلق رکھنا چاہئیے۔ نہیں تو بیماری لگ جاتی ہے۔"

کہہ کر ڈاکٹر رکے، پھر ذرا سوچ کر بولے۔ "بہت سی عورتوں کے شوہر ان پر غلط طریقہ سے تعلق رکھنے کے لیے زور ڈالتے ہیں۔ ایسے میں عورتوں کو سخت رویہ اپنانا چاہئیے۔"

مکھیا جی نے کہا۔ "اور شوہر اگر دوسری عورتوں سے تعلق رکھے ایسے شوہر سے تعلق نہ رکھنا ہی عورت کے لئے ٹھیک ہے۔ اسی میں اپنی اور بچوں کی بھلائی ہے۔ ہے نا۔"

ڈاکٹر نے کہا۔ "مکھیا جی آپ نے بالکل ٹھیک کہا۔"

جگدیش کے باپو بولے۔۔۔ "ڈاکٹر صاحب نے تو بڑے کام کی باتیں بتائیں۔ یہ باتیں تو سب ہی گاؤں والوں کو معلوم ہونی چاہئیے۔"

مکھیا جی بولے۔ ”بالکل ٹھیک۔ میں سوچ رہا ہوں کہ ہم سبھی کو مل کر اپنے گاؤں والوں کو ایڈز سے بچنے کے لئے ہوشیار کرنا چاہئیے۔“

پجاری کاکا بولے۔ ”ہاں یہ سب جانکاری پہلے سے ہوتی تو رگھو کو یہ بیماری نہیں لگتی۔“

جگدیش کے باپو بولے، ”ہاں ہم لوگ تو آج طے ہی کر لیتے ہیں۔ کل سے ہی ہم گاؤں والوں کو سمجھائیں گے تاکہ وہ ایڈز جیسی بیماری سے بچ سکیں۔“

گاؤں والوں کا یہ جوش دیکھ کر ڈاکٹر صاحب کو بہت ہی اچھا لگا۔

وہ بولے۔ ”یہ تو بہت اچھی بات ہے۔“

شام ہو چلی تھی۔ سامنے کھڑکی سے ڈھلتا ہوا سورج دکھائی دے رہا تھا۔ لیکن گاؤں والوں کے دل میں صبح کا سا اجالا تھا۔

Printed at Bengal Offset Works, New Delhi